مولانا محمد تقی عثمانی

آہ حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ!

بقیۃ السلف، استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی راہی آخرت ہوگئے۔ گذشتہ شمارے میں ان کے حادثۂ وفات کی اطلاع کے ساتھ ان پر قدرے تفصیل کے ساتھ لکھنے کا وعدہ کرچکا ہوں، لیکن آج جبکہ اس موضوع پر قلم اٹھانا چاہتا ہوں تو یادوں کا ایک طویل سلسلہ قلب وذہن میں اس طرح مجتمع ہے کہ ابتداء کرنے کے لئے سرا ہاتھ نہیں آتا۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی دل نواز، ایسی حیات افروز، ایسی باغ وبہار اور ایسی بھاری بھرکم شخصیت تھی کہ اس کی خصوصیات کا ایک مختصر مضمون میں سمانا مشکل ہے۔ ان کی ذات اپنے شیخ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کی مجسم یادگار تھی۔ علم حدیث تو خیر ان کا خاص موضوع تھا، جس میں اس وقت ان کا ثانی ملنا مشکل تھا، لیکن اپنے شیخ کی طرح وہ ہر علم وفن میں معلومات کا خزانہ تھے۔ ان کی قوتِ حافظہ، ان کی وسعتِ مطالعہ، ان کا ذوقِ کتب بینی، ان کی عربی تقریر وتحریر، ان کا پاکیزہ شعری مذاق، اکابر واسلاف کے تذکروں سے ان کا شغف علماء دیوبند کے ٹھیٹھ مسلک پر تصلب کے ساتھ ان کی وسعتِ نظر اور رواداری، دین کے لئے ان کا جذبۂ اخلاص وللّٰہیت، انداز زندگی میں نفاست، سادگی اور بے تکلفی کا امتزاج، ان کا ذوق مہمان نوازی، ان کی باغ وبہار علمی مجلسیں، ان کے عالمانہ لطائف وظرائف، ان میں کون سی ایسی چیز ہے جسے بھلایا جاسکتا ہو۔

دنیا کا تجربہ شاہد ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوتے، بلکہ اس کے لئے ''پیش مردے کاملے پامال شو'' پر عمل کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جو مقام بلند نصیب فرمایا، وہ ان کی ذہانت وذکاوت اور علمی استعداد سے زیادہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری

ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی

کسے خبر تھی کہ چند ہی سالوں میں یہ محفلیں بھی برخاست ہونی والی ہیں۔

غرض علمی اور اجتماعی مسائل میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا اشتراک عمل ہم خدام کے لئے گوناں گوں فوائد کا دروازہ بن گیا۔ اکثر وبیشتر اجتماعی مسائل میں کوئی تحریر لکھی جاتی تو وہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مشترکہ طور پر شائع ہوتی، اور اس کا مسودہ تیار کرنے کا مرحلہ آتا تو ہم خدام میں سے کسی کو اس کے لئے مامور کیا جاتا، اور بسا اوقات قرعہ فال احقر کے نام پڑتا' مسودے کو جب ان بزرگوں کے سامنے پیش کیا جاتا اور یہ حضرات اس کی عبارت میں کوئی اصلاح فرماتے تو اس سے نت نئے آداب وفوائد حاصل ہوتے تھے اور جب کسی تحریر پر ان حضرات کی طرف سے دعائیں ملتیں تو ایسا محسوس ہوتا کہ دنیا ومافیہا کی تمام نعمتیں دامن میں جمع ہوگئی ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے کراچی کو پورے ملک میں علمی اور دینی اعتبار سے مرکزیت حاصل تھی، چنانچہ جب کوئی اجتماعی مسئلہ اٹھتا' اطراف ملک سے اہل علم کراچی کا رخ کرتے تھے۔ اس طرح ان حضرات کے طفیل ملک بھر کے اہل علم ودین سے نیاز حاصل ہوتا رہتا تھا۔ پچھلے سال جب حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا حادثہ پیش آیا تو اس مرکزیت کا ایک زبردست ستون گر گیا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سکھر میں تھے اور تقریباً سو میل کا سفر کرکے کراچی کے لئے طیارہ پکڑنا چاہا، لیکن سیٹ نہ مل سکی، اور نماز جنازہ اور تدفین میں شامل نہ ہوسکے، بعد میں جب تعزیت کے لئے تشریف لائے تو وہ بچوں کی طرح رو رہے تھے اور زبان پر بار بار بے اختیار یہ جملہ تھا کہ ''اب ہم مشورے کے لئے کہاں جائیں گے''؟ کسے معلوم تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اضطراب صرف سال بھر کا ہے اور آئندہ اسی مہینے میں کراچی کی دینی مرکزیت کا یہ دوسرا ستون بھی گر جائے گا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہم سب کے لئے ایک عظیم سہارا تھی۔ آہ! کہ اب یہ سہارا بھی ٹوٹ گیا۔ اب ملک کے دوسرے حصوں کی طرح کراچی میں بھی سناٹا ہی سناٹا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات یوں تو پوری ملت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے، لیکن احقر اور برادر محترم جناب مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم کے لئے یہ ایسا ہی ذاتی نقصان ہے' جیسے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی اعزہ کے لئے۔ اس لئے کہ وہ ہم پر اس درجہ شفیق اور مہربان تھے کہ الفاظ کے ذریعہ ان کا بیان ممکن نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے بیس سال تک حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتیں عطا فرمائیں، صرف علمی محفلوں ہی میں نہیں، نجی مجلسوں اور سفر وحضر میں بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی معیت نصیب ہوئی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں

کا یہ عالم تھا کہ وہ ہماری کم سنی کا لحاظ کرتے ہوئے خود بھی بچوں میں بچے بن جاتے تھے۔

۱۹۶۵ء میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مشرقی پاکستان کا ایک ساتھ تبلیغی سفر کیا۔ یہ ناکارہ بھی ہمراہ تھا، سلہٹ میں ہمارا قیام مجد الدین مرحوم کے صاحبزادے محی السنۃ صاحب کے یہاں تھا۔ سلہٹ بڑا سرسبز وشاداب اور خوبصورت علاقہ ہے، لیکن یہاں پہنچنے کے بعد مسلسل علمی اور تبلیغی مجلسوں کا ایسا تانتا بندھا کہ جس کمرے میں آ کر اترے تھے، وہاں سے باہر نکلنے کا موقع ہی نہ ملا' یہاں تک کہ ب اگلے دن فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کمرے میں اپنے وظائف واوراد کے معمولات میں مشغول ہوگئے اور حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے وظائف شروع کردیئے' میں اس انتظار میں تھا کہ ذرا مہلت ملے تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر کہیں ہوا خوری کے لئے باہر جاؤں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ارادہ بھانپ لیا اور خود ہی بلا کر پوچھا ''کیا باہر جانا چاہتے ہو؟'' مجھے مولانا نے بے تکلف بنایا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: ''حضرت! ارادہ تو ہے، مگر آپ بھی تشریف لے چلیں تو بات ہے۔'' بس یہ سننا تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات کو مختصر کر کے تیار ہوگئے اور خود ہی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ''ذرا میں تقی میاں کو سیر کرالاؤں۔'' چنانچہ باہر نکلے اور تقریباً گھنٹہ بھر تک مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس ناکارہ کے ساتھ کبھی چائے کے باغات میں، کبھی شہر کے اونچے اونچے ٹیلوں پر گھومتے رہے۔ سلہٹ کے علاقے میں نباتات اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ایک گز زمین بھی خشک تلاش کرنی مشکل تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی خاص پودا دیکھتے تو اس کے بارے میں معلومات کا ایک دریا بہنا شروع ہوجاتا۔ اس پودے کا اردو میں یہ نام ہے، عربی میں یہ نام ہے۔ فارسی اور پشتو میں فلاں نام ہے اور اس کے یہ یہ خصائص ہیں' غرض یہ تفریح بھی ایک دلچسپ درس میں تبدیل ہوگئی۔

مجھے بعد میں خیال بھی ہوا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے گھٹنوں میں تکلیف ہے، اور میں نے خواہ مخواہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو زحمت دی' چنانچہ میں نے کئی بار اپنی جسارت پر معذرت کی، لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہر بار یہ فرماتے کہ: مناظر قدرت اللہ کا بہت بڑا عطیہ ہیں اور انہیں دیکھ کر نشاط حاصل کرنے کا شوق انسان کا فطری تقاضا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں بھی ان مناظر سے محظوظ ہوگیا، اور پھر جتنے دن سلہٹ میں رہے، روزانہ فجر کے بعد یہ معمول بن گیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ سلہٹ کی یہ سیر تفریح کی تفریح ہوتی، اور درس کا درس ہوتا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ احقر کو عربی ادب سے لگاؤ ہے' اس لئے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس دوران عربی ادب کے لطائف وظرائف بیان فرماتے۔ نادر اشعار سناتے۔ شعراء عرب کے درمیان محاکمہ فرماتے۔